© rasailojaraid.com

نظرات

افسوس ہے گذشتہ مہینے نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی نے ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد جن اکابرِ علم و ادب نے اس ملک میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا سر و سامان کیا تھا مولانا ان کے زمرہ میں ایک نوجوان رفیق کی حیثیت سے شامل تھے اس لئے انھوں نے اس دور کی بہار سامانیاں خود اپنی آنکھ سے دیکھی تھیں اور اپنی خدا داد صلاحیت و قابلیت سے کام لے کر ان کی تعمیر ترقی میں خود بھی عملی حصہ لیا تھا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ندوۃ العلماء، دار المصنفین اعظم گڑھ، مسلم ایجوکیشن کانفرنس، دار العلوم دیوبند، حیدر آباد کا محکمۂ امور مذہبی یہ سب ادارے مرحوم کی اصلاحی و تدبیری کاوشوں اور گوناگوں ہمہ دانہ دلچسپیوں کے جولانگاہ تھے، دولتِ زر کی بہتات کے ساتھ دولتِ علم و فضل سے بھی مالا مال تھے، مرحوم کا کتب خانہ ہندوستان کا ایک بہترین کتب خانہ تھا جہاں ریسرچ اسکالر آکر مطالعہ و تحقیق کی تشنگی بجھاتے تھے کتابوں کی حفاظت و نگرانی اور ان کی ترتیب و فہرست سازی کا خاص اہتمام کرتے تھے ذوقِ مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ ضعف و نقاہت اور بیماری کے باوجود روزانہ چند گھنٹے کتابخانہ میں پابندی کے ساتھ بیٹھتے اور مطالعہ کرتے تھے متعدد کتابیں اور بہتیرے مقالات بھی ان کے قلم سے نکلے، اردو کے صاحب طرز ادیب تھے۔ فارسی اور عربی شعر و ادب کا شگفتہ ذوق رکھتے تھے دینداری اور مذہبی شعائر و آداب کا احترام ان کی فطرت تھی اخلاق و عادات۔ طور و اطوار کے لحاظ سے اب سے ڈھائی سو تین سو برس پہلے کی اسلامی تہذیب و شرافت کا زندہ نمونہ تھے خودداری کے ساتھ ملنساری۔ تمکنتِ عز و جاہ کے ساتھ ارباب علم و ادب کے ساتھ انکساری ان کی طبیعت کا جوہر تھا انھوں نے اپنے علم و فضل سے بھی خلقِ خدا کو فیض پہنچایا اور دولت و ثروت سے بھی ان چند در چند خصوصیات و کمالات کے جامع ہونے کے اعتبار سے مرحوم مسلمانوں کے اس دورِ میمون و مبارک کی یادگار تھے جبکہ لوگ "صاحب السیف والقلم" ہوا کرتے

© rasailojaraid.com

ہوتے تھے اب جو اس چمن میں موسم خزاں کا دور دورہ اور باد صرصر کی تباہ کاریوں کا غلبہ ہے توقع نہیں کہ ایسے جامع کمالات بزرگ پھر کہیں دیکھنے میں آئیں گے۔ صد حیف کہ جو مسند خالی ہوتی جاتی ہے اسے پُر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا حق تعالیٰ اس مرحوم کو بیش از بیش رحمتوں سے نوازے اور مقربین وصلحا میں مقام نصیب فرمائے۔ آمین

اس سلسلہ میں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ بعض اخبارات نے اپنے تعزیتی نوٹ میں نواب صاحب مرحوم اور مولانا آزاد کے تعلقات کا بھی خاص اہتمام سے تذکرہ کیا ہے۔ گویا مولانا آزاد کا "صدیق حبیب" ہونا بھی ایک فضیلت ہے حالانکہ گستاخی معاف! مولانا مدظلہ کے دیرینہ بلاکشان محبت کا تجربہ تو یہ ہے کہ مولانا کا "صدیق" ہونا فضیلت نہیں بلکہ ایک لطیف قسم کا ابتلا ہے۔

جس کے تم دلبر ہو جس دل میں تمہاری یاد ہو — وہ ہمیشہ خاک چھانے در بدر برباد ہو

یاد ہوگا ۱۹۴۸ء کے آخر میں بھارت گورنمنٹ نے یونیورسٹی تعلیم کی اصلاح و تجدید کے لئے ایک کمیشن سر رادھا کرشن کی صدارت میں جو ملک کے مشہور فلسفی اور انگریزی زبان کے شعلہ بیان مقرر ہیں مقرر کیا تھا اس کمیشن نے جو یونیورسٹی کمیشن کے نام سے معروف ہے نو مہینہ کی محنت و جانکاہی کے بعد ایک نہایت ضخیم رپورٹ مرتب کی جس کی پہلی جلد جو بڑی ضخامت کے ساڑھے سات سو صفحات پر مشتمل ہے گورنمنٹ کی طرف سے چند ماہ ہوئے شائع ہو چکی ہے کمیشن ہندوستان اور بیرونی ممالک کے نامور ماہرین تعلیم پر مشتمل تھا اس بنا پر رپورٹ بھی نہایت جامع اور مکمل اور تعلیمی مسائل و مباحث پر ایک دقیق مبصرانہ تنقید و تجزیہ کی حامل ہے اس میں شبہ نہیں کہ وزارت تعلیم کا یہ کارنامہ بجائے خود صد درجہ قابل قدر و ستائش ہے ضرورت ہے کہ اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوتا کہ اردو خواں طبقہ جو انگریزی نہیں جانتا وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتا۔

رپورٹ میں "ذریعہ تعلیم کون سی زبان ہونی چاہئے" اس موضوع پر ۲۲ صفحات میں بڑی سیر حاصل اور فاضلانہ بحث ہے جس میں بھارت کی ہر قابل ذکر زبان کی وسعت اور اس کی استعداد و صلاحیت پر گفتگو کی گئی ہے اس ضمن میں ایک مقام پر ہندی اور اردو کا تقابلی تذکرہ بھی آگیا ہے۔ ہم ذیل میں اس

© rasailojaraid.com